eISSN: 2791-0342
pISSN:2791-0334

ڈاکٹر طاہر تونسوی کا شعری اسلوب

DR. TAHIR TAUNSVI'S POETIC STYLE

Dr. Qamar Abbas
Assistant Professor National College of Business Administration and Economics Lahore
(Sub Campus Multan)

Dr. Amir Iqbal
Assistant Professor Lahore, Leads University, Lahore

ڈاکٹر قمر عباس
اسسٹنٹ پروفیسر نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ
اکنامکس لاہور(سب کیمپس ملتان)

ڈاکٹر عامر اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT

Dr. Tahir Taunsvi is a recognized and preeminent name of Urdu language and literature. His major filed is Urdu research a criticism. He has published more than seventy seven books in this regard. His poetry is also a denoting and eloquent part of his literary services. His collection of poetry "تو ۔۔ طے ہوا نا" Published in 2001 AD, has countless entitlements of theme, diction and style. Simplicity and smoothness, novelty and originality, beautiful imagery and personification, profundity and sophistication, music and melodiousness are the distinctive features of his unique poetic style which has increased the efficacy, elegance and gratification of his poetry. His poetry has the deep colors of humor and satire also, that exalt the beauty and effectiveness of style and themes. In this article, the authors have presented an analytical study of Dr. Tahir Taunsvi's poetic style.

KEYWORDS

Preeminent, criticism, Eloquent, Diction, Smoothness, Imagery, Personification, Melodiousness, Poetic, Efficacy, Elegance, Humor, Satire, Exalt

اسلوب کسی شاعر یا نثر نگار کا مخصوص انداز نگارش ہے۔ اسلوب کو ابھارنے میں مشاہدہ کی گہرائی، عرق ریزی، تعلیم و تجربہ، زبان دانی، قوتِ تخیل، ندرت فکر اور روایت کا شعور اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلوب ایک طرف اچھے ادیب کی شناخت بنتا ہے اور دوسری طرف اسکی شخصیت کا مظہر ثابت ہوتا ہے۔ اردو میں غالبؔ، محمد حسین آزادؔ، مولانا ابوالکلام آزاد اور سر سید ؔ کی نثر اسلوب کی بنیاد پر ممتاز قرار پائی ۔ شاعری میں اسلوب زیادہ

اہمیت اختیار کر جاتا ہے کیونکہ اس میں کم از کم الفاظ میں خیالات کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ آتش ؔ نے کہا تھا:

بندش الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں

شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا (۱)

اور غالب کے بقول :

گنجینۂ معنی کا طلسم اسکو سمجھیئے

جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار میں آوے(۲)

یعنی شاعری بقول آتشؔ مرصع سازی اور بقول غالب گنجینۂ معنی کا طلسم ہے۔ الفاظ کی یہ مینا کاری فکر و تخیل کے رنگوں سے ہم آہنگ ہو کر جب شعر میں ڈھلتی ہے تو اظہار کو دلکشی بخشتی ہے۔ اسی سبب شاعری کو زندگی کا چہرہ اور شاعر کو معاشرے کی آنکھ تصور کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے اردگرد جو کچھ دیکھتا ہے ، محسوس کرتا ہے اسے اپنے طرزِ احساس کے پیرہن میں سلیقہ عطا کرتا ہے۔ اگر شاعر کا رشتہ اپنے ماحول سے مستحکم ہے تو اس کی شاعری میں اس کے گردو پیش کے ایسے امیجز مل جاتے ہیں جو زندگی کے عکاس ہوتے ہیں اور سچائیوں کے آئینہ دار۔ ہر اچھا شاعر صاحبِ اسلوب بھی ہوتا ہے ۔ کیونکہ الفاظ، تراکیب، استعارات، تشبیہات ، علامات اور تمثالیں تو ہر شاعر استعمال کرتا ہے ۔ لیکن اس کے باوجود ولیؔ ، میر ؔ ، آتشؔ، غالبؔ، اور اقبالؔ صاحبِ اسلوب اور اسلوب گر ثابت ہوتے ہیں۔ جبکہ لا تعداد شعراء کا اسلوب بے رنگ رہتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں ہونے والی شاعری خاص طور پر غزل میں منفرد آہنگ اور ندرت فکر کی آبیاری کرنے والوں میں ڈاکٹر طاہر تونسوی اہم مقام حاصل کر چکے ہیں۔ شوکت واسطی طاہر تونسوی کی شاعری کے اسلوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''وہ انتہائی کم گو شاعر ہیں۔ پھر وہ اپنے گرد و پیش کو موضوع بنائے ہوئے ہیں۔ لمحہ موجود کے گنبد میں بولتے ہیں تو الفاظ ان کے گونجنے لگتے ہیں۔ حرف کو معتبر بنانے کا اسلوب نکالتے ہیں، زبان میں لچک کا پیرایۂ ڈھالتے ہیں، بے تکان مقامی بولی کا پیوند لگا دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اس چابکدستی سے کہ مخمل میں مخمل ہی سا لگے۔۔۔۔۔۔ دور اذکار، ادق یا گنجلک باتیں نہیں کرتے ترکیب بندی سے پرہیز برتتے ہیں مگر نئی زمینیں نکالنے سے انہیں دریغ نہیں اور یہ زمینیں بہت بھلی لگتی ہیں اور وہ انہیں خوش اسلوبی سے نبھانے کا ہنر جانتے ہیں۔'' (۳)

ڈاکٹر طاہر تونسوی کا شاعرانہ اسلوب سادگی وسلاست، طنز و ظرافت، تہداری، تکرارِ لفظی، تجسیم اور تمثال آفرینی سے مزین ہے۔ عام بول چال اور خطابیہ انداز نے انکی غزل کو فطرت کے قریب کر دیا ہے ۔ انکی غزل میں نغمگی اور تغزل کی شیرینی سے قارئین پر ایک دلکش تاثر بھی قائم ہوتا ہے ۔ڈاکٹر طاہر تونسوی کی شاعری درد و سوز اور حسن و جمال سے معمو ر ہے۔ انکی غزل میں تغزل کا رنگ نمایاں طور پر دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ انکا لب و لہجہ ، پیرائیہ اظہار، نغمگی، خیال انگیزی اور ایجاز و بلاغت کا حسن وہ عناصر ہیں جو انکی غزل کو رعنائی عطا کرتے ہیں اور اس میں لطف و اثر اور حسن و درد پیدا کر دیتے ہیں۔ بقول پروفیسر شوکت واسطی:

> ''مجھے ان کے کمال تغزل کے عیاں رنگ کئی شعروں نے یہ کہنے پر آمادہ کر دیا ہے کہ ڈاکٹر طاہر تونسوی اس صنف سخن کی روح میں اترے ہوئے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ ان کے فن میں غزل کی روح پوری پوری سرایت کیے ہوئے ہے۔(۴'')

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی غزل میں روایت کی چاشنی بھی ہے اور جدید رنگ و آہنگ بھی۔ تغزل غزل کے جسم میں روح کی حیثیت رکھتا ہے جو غزل کو زندگی، تازگی اور تاثیر بخشتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے بقول:

> '' (یہ غزلیں) ڈاکٹر طاہر تونسوی کی اردو غزل کی دو تین صدیوں کی مثبت روایات کے ساتھ ہی جدید غزل کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہیں اور ان میں تغزل کا رنگ نمایاں ہے۔ جس نے صنف غزل کو آج تک زندہ رکھا ہے بلکہ مستقبل میں بھی یہی تغزل کا عنصر اسے پوری آب و تاب سے زندہ رکھے گا۔'' (۵)

طاہر تونسوی کی غزل میں تغزل کا رنگ یوں نمایاں ہوتا ہے:

؎ اداس ہے کہ وہ مجھ کو سمجھ نہیں سکتا
بہت ہی خوش جو ہوا تھا قریب پا کے مجھے

؎ حیرت ہے کہ لایا ہے کہاں میرا مقدر
محسوس یہ ہوتا ہے تجھے دیکھ رہا ہوں

؎ وہ انتظار کا لمحہ وہ بے خودی طاہر
وہ آکے جا بھی چکے تھے میں انتظار میں تھا(۶)

طاہرتونسوی کی شاعری میں سادگی و سلاست کا حسن بھی موجود ہے ۔ انکی غزل ہر قسم کی ملمع کاری اور تصنع سے دور ہے۔ یہی خصوصیت ان کی غزل کو فطرت کے قریب لانے کا سبب ہے۔ انکے اشعار میں جو تراکیب

اضافت کے بغیر بکثرت موجود ہیں سادگی و پر کاری کی خصوصیت لئے ہوئے ہیں۔ مثلاً ہوش کے زینوں پر ، ساحل کی منڈیروں پر، یادوں کے قمقموں سے، خوابوں کے جنگلوں میں، احساس کی بھٹی میں، موسموں کے جبر اور غموں کا چست لبادہ۔ انکی غزل میں سہل الفہم الفاظ اور اشعار بکثرت ہیں جو پڑھنے والے کی ذہنی سطح کا دھیان رکھ کر تخلیق کیے گئے ہیں۔ سادگی کے ضمن میں اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

ے کرے تلاش مگر حرفِ معتبر نہ ملے
اگر ملے تو اسے کوئی نامہ بر نہ ملے

ے اب بھی احساس کے گلشن میں بہار آتی ہے
اب بھی خورشید اترتے ہیں گریبانوں میں

ے مجھے یہ خوف کہ اسے کہیں ہوا نہ لگے
وہ شخص جس کو خود اپنا بھی کچھ پتا نہ لگے (۷)

طاہر تونسوی کے اسلوب نگارش کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ ان کی غزل میں عام بول چال کا انداز حسن کا باعث ہے۔ بعض اشعار اس طرح تخلیق کرتے ہیں جیسے کسی سے گفتگو کر رہے ہوں ۔ یا سامنے بیٹھے ہوئے کسی شخص کو مخاطب کر کے بات کر رہے ہوں۔ اس طرح اشعار کے حسن و تاثیر میں اضافہ ہوتا ہے۔ عام بول چال کے حوالہ سے اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

ے یہ طے ہوا مگر آئے نہ تم کبھی گھر میں
تمام عمر کیا انتظار ہم نے بھی

ے نہ تو نے حال سنایا نہ میں نے کچھ پوچھا
کہ تو سرور میں بیٹھا تھا میں خمار میں تھا (۸)

خطابیہ انداز میں اشعار یوں کہتے ہیں:

ے اے رب حشر اب کے ادھر بھی عذاب ہو
طوفانِ نوح آؤ ذرا اپنے رنگ میں

؎ شکست دل کا سبب پوچھتے ہو تم مجھ سے
یقیں نہیں کہ تجھے اتنی سی خبر نہ ملے (۹)

معنوی تہہ داری غزل کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ شاعر اگر سیدھی اور سپاٹ بات کر دے تو شعر کا حسن، تاثیر اور چاشنی ناپید ہوجاتی ہے۔ طاہر تونسوی کی غزل ایمائیت اور تہہ داری کی صفت اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ انکی غزل کے بہت سےاشعار ایسے ہیں جو معانی کی کئی پرتیں لئے ہوئے ہیں۔ اور یہ پرتیں اُن کے کلام پر غور و فکر کرنے سے کھلتی ہیں۔ یہاں صرف چار اشعار اس ضمن میں پیش کئے جاتے ہیں:

؎ کسی کے لب کی جو سرخی لگائے پھرتے ہیں
ہم اپنے آپ کو خود سے چھپائے پھرتے ہیں
؎ ریت پہ اب بھی نقش ہے میری جبیں کا زائچہ
؎ رفعتِ قامتِ جنوں اوجِ کمال لے گئی
ریت پر کھینچے ہیں طاہر میں نے خود اپنے نقوش
؎ آج کل مصروف ہوں خود اپنی ہی تشکیل میں
چوم لینا اسے وادی شوق میں
؎ چادرِ برف پر پھر اثر دیکھنا (۱۰)

پہلے شعر کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ عاشق نے محبوب کا بوسہ لیا ہے ۔ محبوب کے لبوں پر لگی ہوئی سرخی عاشق کے لب و رخسار پر بھی لگ گئی ہے ۔ اس لئے عاشق اپنے آپ کو خود سے بھی چھپائے پھر رہا ہے اور دنیا سے بھی کہ کوئی اسے دیکھ نہ لے۔ مزید غور کریں تو یہ مفہوم بنتا ہے کہ کسی کے لب کی سرخی لگانا محبت ہو جانے کی علامت ہے ۔ عاشق کو محبت ہو گئی ہے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو دنیا سے چھپائے پھر رہا ہے کہ یہ رازِ محبت آشکار نہ ہو جائے۔اس شعر میں ایک مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ شاعر نے زندگی کی ایک نا ہموار اور مضحک صورت حال پر خوبصورت طنز کیا ہے اور ایسے لوگوں پر شیریں انداز میں برہمی کا اظہار کیا ہے جو بناوٹ، نمود و نمائش اور مصنوعی پن سے اپنی اصلیت کو دوسروں سے چھپاتے ہیں۔ یہ معاشرے کے کھوکھلے پن پر ایک ملیح طنز ہے۔ مفہوم

یہ بنے گا کہ کسی کے لب کی سرخی لگانا علامت ہے دوسروں کے اسباب کو کام میں لا کر خود ہی اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر ظاہر کرنا۔ اپنی اصلیت کو چھپایا۔

''کسی کے لب کی سرخی ''سے مراد تہذیب مغرب کی چکا چوند ہے۔ شاعر نے فرنگی تہذیب کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہو کر اسکی اندھا دھند تقلید کرنے والوں پر میٹھا طنز کیا ہے۔''کسی کی لب کی سرخی''سیاسی طاقت و اقتدار کی علامت ہے اور معاشرہ میں موجود طاقت کے پُجاریوں پرطنز ہے جو بیوروکریسی اور طاقت کے ایوانوں میں براجمان صاحب اقتدار طبقہ کے ارد گرد خوشامد اور چاپلوسی کے ذریعے لوگوں کے سامنے اپنا مقام و مرتبہ بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور اپنی اصلیت کو چھپا کر اتراتے پھرتے ہیں۔ جیسے غالب ؔ نے کہاتھا:

ہوا ہے شہ کا مصاحب، پھِرے ہے اِتراتا
وگرنا شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے(۱۱)

دوسرے شعر کا ظاہری مفہوم یہ لگتا ہے جو میر ؔ نے کہا تھا:

؎ اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

لیکن ذرا غور کیا جائے تو مطلب یہ نکلتا ہے کہ'' جبیں کا زائچہ ریت پر نقش ''ہونے کا مطلب ہے کہ انسان کے سامنے وسیع امکانات ہوتے ہیں اور انسان اپنی تقدیر خود تبدیل کر سکتا ہے۔ انسان'' (رفعت قامت جنوں)''جہد مسلسل ، عزم و ہمت سے'' اوجِ کمال ''حاصل کر سکتا ہے ۔ تیسرا شعر بھی اسی طرح کا مفہوم رکھتا ہے۔ چوتھے شعر کی ایک تشریح جنسی حوالہ سے بھی ہو سکتی ہے ۔ لیکن غور کرنے سے یہ مفہوم سامنے آتا ہے کہ دوسروں سے محبت ، ہمدردی اور احترام کا رشتہ قائم کیا جائے تو ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے کہ دوسرا بھی محبت و ہمدردی کے جذبات سے سرشار ہو جاتا ہے۔ نفرت و عناد ختم ہونے لگتا ہے ۔ ایک طرف سے جذبہ خیر سگالی کا اظہار کرنے سے معاشرے میں امن و محبت کے سر چشمے پھوٹنے لگتے ہیں اور تفرتوں کی'' (چادر برف)''سرد مہری ، ہٹ دھرمی پگھل جاتی ہے اور معاشرہ امن و شانتی کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

اس طرح طاہر تونسوی کی غزل اپنے اندر الفاظ و معانی کی ایسی تہداری اور ایجاز کی خصوصیت لئے ہوئے ہے جو اُن کی شاعری کو بڑی شاعری کہلانے کا مستحق ٹھہراتی ہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی غزل میں طنز و مزاح، شوخی و ظرافت کی خوبصورت مثالیں بھی ملتی ہیں۔ انکے ہاں بہت سے اشعار ایسے ہیں جو تلقین و نصیحت سے ماورا صرف ادبی اور ذہنی مسرت کا باعث ہیں۔ ان میں ہلکا پھلکا

مزاح اور شائستگی ہے جو انکی غزل میں حسن و اثر کا باعث ہے ۔ انکی غزل میں طنز کے نادر نمونے بھی موجود ہیں۔ وہ زندگی کی نا ہمواریوں پر برہمی کا اظہار کرتے ہیں مگر اس میں میٹھی نشتریت ہوتی ہے جو کسی کو نا گوار بھی نہیں گزرتی اور تغیر حالات پر بھی اکساتی ہے۔ اس میں طاہر تونسوی غالبؔ کی تقلید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ غا لبؔ نے کہا تھا:

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی
جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی (۱۲)

طاہر تونسوی کہتے ہیں:

ابھی تو داغِ ندامت جبیں سے دھونے دو
ابھی نہ لے کے چلو سامنے خدا کے مجھے(۱۳)

غالبؔ کہتے ہیں:

تسکیں کو ہم نہ روئیں جو ذوق نظر ملے
حورانِ خلد میں تری صورت مگر ملے
ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے (۱۴)

ڈاکٹر طاہرتونسوی کہتے ہیں:

میں ہوں جنت سے نکالا ہوا انساں یارو
میں نے صدیوں کی رفاقت کی سزاپائی ہے(۱۵)

انکی شاعر ی میں خالص شوخی کی مثالیں، اچھوتے اور پر لطف نکتے بھی کثرت سے مل جاتے ہیں جس سے انکی شاعری ایک بھرپور تاثر چھوڑتی ہے۔ شوخی و ظرافت اورا چھوتے نکتوں کے حوالے سے اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

؎ آسماں ہے مرے احساس کا چکر طاہر
کہکشاں جیسے کسی شوخ کی انگڑائی ہے
؎ یونہی فریب زیست میں سر پھوڑتا رہا
پتھر کا آئینہ تھا دغا دے گیا مجھے
؎ وہ روشنی جو اپنے ہی پیکر سے ڈرگئی
ابھری بکھر کے ٹوٹ کے چپ چاپ مرگئی(۱۶)

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی شاعری کے اسلوب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ الفاظ کے تکرار سے اشعار کی تاثیر اور حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ کبھی وہ ایک لفظ کو مصرعہ میں دہراتے ہیں اور کبھی دویا تین الفاظ یا نصف مصرعہ کی تکرار سے شعر میں نغمگی اور ترنم پیدا کر تے ہیں جس سے شعر میں ایک خاص قسم کا حسن پیدا ہو جاتا ہے ۔ وہ اپنی نظم "ولایت کا اسم اول "میں کہتے ہیں:

سنو !سنو !یہ بھی ساکنانِ زمین سن لو (۱۷)

انکی نظم نعت میں تکرارِ لفظی نے شعر کے حسن میں یوں اضافہ کر دیا ہے:

شش جہت پھیل گئی مہرِ نبوت کی وہ لو
جس سے انسان کی رگ رگ میں چلی نور کی رو(۱۸)

غزل کے اشعار میں بھی طاہر تونسوی نے تکرارِ لفظی سے اشعار کو ترنم اور نغمگی عطا کی ہے۔ اشعار میں "زخم زخم"، "کس کس"، "کہاں کہاں"، "جہاں جہاں"، "ریزہ ریزہ"، "لخت لخت"، "فقط اِک پل ، فقط اِک پل"، "تار تار "کے الفاظ کے ذریعے جوش، جذبہ اور موسیقیت پیدا کر کے انہیں پر اثر بنا دیا ہے:

؎ کس کس کو چڑھائے گا یہ سولی پہ زمانہ
میں آج بھی منصور کا نقشِ کف پا ہوں
؎ تری تلاش میں طاہر جہاں جہاں بھی گیا

عجیب خوف نے دیوار بن کے روکا تھا
ہر ایک موڑ پہ خواب اپنے ریزہ ریزہ ہوئے
بکھرتا ٹوٹتا جسموں کا سائباں دیکھا (۱۹)

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی شاعری میں تجسیم کے اعلیٰ نمونے بھی ملتے ہیں۔ اس میں غیر مرئی حقائق، جبلات یا عادات وغیرہ کو مادی جسم میں ڈھال کر پیش کیا جاتا ہے۔ طاہر تونسوی کی غزل اس لئے بھی پر کشش ہو جاتی ہے کہ اس میں زندگی، موت، نفرت، غصہ، شوق، خوف، خوشی و غم وغیرہ کو جسمانی اور محسوس انسانی افعال و خصوصیات سے متصف کر کے پیش کیا گیا ہے۔ تجسیم کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

زنجیرِ عدل ٹوٹ چکی سن لو دوستو!
انصاف چیختا ہے لہو کی سرنگ میں
یوں ہم چلے کہ بے سروسامانی رو پڑی
اندھے سفر میں حوصلہ ہی زادِ رخت ہے
ریگِ رواں سے چاند کی کرنیں لپٹ گئیں
ابھرا جو چاند اسکا مزا دے گیا مجھے(۲۰)

انکی غزل میں بعض اوقات اچانک مقامی بولیوں کے الفاظ لطف و حسن اور تاثیر پیدا کر دیتے ہیں۔ اردو زبان میں اس طرح مقامی زبانوں کے الفاظ شامل کئے جائیں تو اردو شاعری مقامی رنگوں کے اور بھی قریب آسکتی ہے۔ اُنکی ایک پوری غزل کے ہر شعر میں" سائیں "کی ردیف استعمال ہوئی ہے۔" سائیں "کی ردیف نے ایک طرف غزل کے حسن میں اضافہ کیا ہے دوسری طرف اردو زبان میں اس لفظ کے استعمال کی راہ ہموار ہوئی ہے۔" سائیں "کا لفظ سرائیکی زبان میں کسی کو مخاطب کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔سرائیکیمیں مستعمل ایک دعائیہ لفظ" شالا"بمعنی"اللہ کرے"انہوں نے اپنی ایک نظم" اے وطن اے مری جان شیریں وطن"!میں بڑی روانی اور خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ اسی نظم میں ایک سرائیکی لفظ" جھوکوں "بھی استعمال کیا گیا ہے۔انکی ایک غزل میں سرائیکی لفظ" ٹنگا"بمعنی" لٹکا ہوا ہونا "بھی اردو میں ایک اضافہ ہے۔ ایک سرائیکی محاورہ ہے۔" ڈونہہ وقتاں داویلہ"جو"شام"کے معنی دیتا ہے۔ اس مفہوم کو انہوں نے اردو میں یوں داخل کرنے کی کوشش کی ہے"جو دونوں وقت بھی ملتے ہیں کانپ اٹھتا ہوں"۔ ایک اور سرائیکی لفظ"نبھ"کو بھی غزل میں استعمال کیا ہے جسکا مطلب

ہے''نبھاؤ ''یا'' باہم بسر کرنا''۔ پنجابی زبان کا ایک لفظ'' نال''بمعنی''ساتھ ''کا شعر میں اچانک در آنا مصرعے میں لطف و حسن پیدا کردیتا ہے۔ چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں جن میں دیگر زبانوں کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

؎ میں اس سے وفا مانگ ہی لیتا دم آخر
صد حیف کر پندار ہنر جاتا ہے سائیں

؎ میں زخم زخم ٹنگا ہوں ہوا کی سولی پر
فصیل شہر سے اب مجھ کو مشورے لکھنا

؎ ہمیں سے نبھ نہ سکی رسم عاشقی طاہرؔ
نہیں یہ بات ہمیں صاحب ہنر نہ ملے(۲۱)

شاعری میں دو چیزیں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تخیل اور محاکات۔ محاکات کو منظر کشی، امیجری، یا تمثال آفرینی بھی کہہ سکتے ہیں۔ مجرد جذبات و احساسات کو الفاظ کے ذریعے شکل و صورت میں ڈھال دینا محاکات نگاری یا تمثال آفرینی کہلاتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنی شاعری میں محاکاتی قوت کے طفیل مختلف کیفیات کو اپنے اشعار میں اس طرح پیش کیا ہے کہ اُن کیفیات کی تصویر پڑھنے اور سننے والوں کو آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے۔ ڈاکٹر اسلم انصاری نے لکھا ہے:

''طاہر تونسوی کی غزل کا مطالعہ اس نتیجے کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ انہیں تمثال آفرینی کے عمل سے خاص دلچسپی ہے اور انکے تخلیقی تجربے کی تشکیل میں انکی حس باصرہ بنیادی کردار ادا کرتی ہے اور تمثال آفرینی سے انہیں وہی تخلیقی حظ حاصل ہوتا ہے جو ایک مصور کو ایک خوبصورت تصویر مکمل کر کے حاصل ہوتا ہے۔ ان کی شعری تمثالوں میں رنگ اور روشنی بھرپور انداز میں ظاہر ہوتے ہیں اور کہیں لینڈ سکیپ اور کہیں رنگ آفرینی کی صورت میں رنگ اور صورت کے منظر نامے تشکیل پاتے ہیں۔ ان تمثالوں میں فطرت کے حسن کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے انسان کے مشاہدے کی پیچیدگی بھی ہے اور ذات کے آشوب کی بھی۔اہم بات یہ ہے کہ ان تمثالوں میں ایک صراحت اور رنگینی بھی ہے اور حسی تجربے کی سادگی بھی۔''(۲۲)

طاہر تونسوی کی شاعری میں غم، حیرت، خوشی، غصہ، نفرت، استعجاب، بے تابی، تفکر جیسی مجرد کیفیات کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ غم و یاس اور شدید درد کی کیفیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

ے میری چیخیں لوٹ کر ایسے ڈراتی ہیں اسے
جیسے تھوڑی ساعتیں ہوں صورِ اسرافیل میں

ے وہ اک غریب کی آنکھوں میں یاس کا دریا
جہانِ فکر کی مژگاں کی آبشار میں تھا (۲۳)

بے تابی و بے قراری اور تشکیک کی کسک کو اس طرح بیان کیا ہے:

ے انہیں سوچوں میں گم ہوں رات دن میں
تمہیں بھی پیار مجھ سے'' ہے'' ''نہیں'' ہے
ے وہ انتظار کا لمحہ وہ بے خودی طاہر
وہ آکے جا بھی چکے تھے میں انتظار میں تھا(۲۴)

حسن و جمال اور نشاطیہ کیفیت کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:

ے بھیگی ہوئی فضاؤں میں اڑتے ہیں سرخ رنگ
شاید کسی کی زلفِ معنبر سنور گئی(۲۵)

لمس محبوب کی تاثیر اور وصلِ محبوب میں عاشق اور معشوق کی اس کیفیت کا بیان شاید ہی کہیں شاعری میں اس طرح نظر آئے:

نہ تو نے حال سنایا نہ میں نے کچھ پوچھا
کہ تو سرور میں بیٹھا تھا میں خمار میں تھا(۲۶)

تمثال آفرینی اور منظر کشی کی بہت سی خوبصورت تصاویر طاہر تونسوی کی غزل میں موجود ہیں۔ اُن کی غزل میں تمثال آفرینی کا نقشہ پروفیسر شوکت واسطی نے اس طرح کھینچا ہے:

''طاہر تونسوی کی شاعری ایک شانت ندی ہے۔ اس میں ریلے نہیں مدھم مدھم سر الاپتی یہ بہے جاتی ہے۔ اس میں خوبصورت سے سنگریز ے ہیں، چمکتی ریت ہے۔ سنگریزوں کو اپنے فن سے شاعر موتی کی آب دے دیتا ہے، ریت نرم گوشہ بساط بن جاتی ہے۔۔۔۔۔ دیکھیے الگ الگ لفظ کی اپنی کوئی خاص حیثیت نہیں لیکن ان کو ترکیب کے ساتھ بندش

میں لا کر۔۔۔۔کیا سے کیا بنا دیا ہے!چراغ موسم زرد ۔۔۔۔۔۔خزاں کی زردی اور جلتے چراغ کی پیلی لو کیسی تصویر سی جھلملانے لگتی ہے۔ ہوا کے ماتھے پہ درج تحریر ہر چند کہ تجریدی اظہار ہے مگر جڑے ہوئے لفظ ذہن کی تختی پر سچ مچ ہوا کاماتھا سا بنا جاتے ہیں۔ بدن کی جھیل سے نکلوں ، ہر آدمی اپنے بدن کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے مگر دلدل سے کون نکل سکتا ہے۔ اس صورت ِ حال کو شاعرنے نفاستِ فکر سے جھیل بنا کر اس میں سے نکلنے کے عمل کو ممکن بنا دیا ہے۔ یہی نکتہ اس بیان میں قابلِ غور ہے۔" (۲۷)

تمثال آفرینی کی مزید مثال پیش کی جاتی ہے:

ے ریگِ رواں سے چاند کی کرنیں لپٹ گئیں
ابھرا جو چاند اسکا مزا دے گیا مجھے (۲۸)

کسی فنکار کی انفرادیت کے دو معیار تصور کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اسکی شاعری کے موضوعات و مضامین میں کس قدر نئے اور منفرد خیالات ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس کے فن یعنی پیرائیہ اظہار میں انفرادیت کی کیا نوعیت ہے۔ موضوعات و مضامین کی تخلیق میں شاعر کے مشاہدے اور تخیل کا بہت زیادہ عمل دخل ہوتا ہے جبکہ اسلوب کی انفرادیت میں فنکار کی تعلیم و تجربہ، اسکے مخصوص الفاظ و تراکیب، اصطلاحات، اشارات، کنائے، قوافی، ردیفیں، تشبیہات و استعارات، رمزیت، ایمائیت اور شاعر کے عہد کا لسانی اور ادبی ماحول اہم کردار ادا کرتا ہے۔جہاں تک موضوعات کا تعلق ہے، طاہر تونسوی کے ہاں بہت سے مضامین اردو غزل کی روایت سے منفرد اور انوکھے ہیں۔ نئے موضوعات ، نئے خیالات اُن کی غزل کے حسن میں نہ صرف اضافہ کا موجب ہیں بلکہ اُن کو پڑھ کر قاری سوچنے پر مجبو ر ہو جاتا ہے۔ ذیل کی سطور میں چند ایسے اشعار درج کئے جاتے ہیں جو اُن کے ہاں منفرد، انوکھے اور اچھوتے خیالات کی نشاندہی کرتے ہیں:

ے میرا وجود میرے لئے بھی وبال تھا
اچھا ہوا شعور کی ندی اترگئی

ے جسموں کے ارتعاش سے پھیلے عجیب رنگ
رقصاں تمازتوں کی فضا دے گیا مجھے

ے کسی کے لب کی جو سرخی لگائے پھرتے ہیں

ہم اپنے آپ کو خود سے چھپائے پھرتے ہیں
ہے دل و نظر پہ وہ پہرے وہ ذکر و فکر پہ جبر
ہم انگلیوں پہ بھی تالے لگائے پھرتے ہیں
ہے ریت پر کھینچے ہیں طاہر میں نے خود اپنے نقوش
آج کل مصروف ہوں خود اپنی ہی تشکی میں(۲۹)

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے لفظیات کے حوالے سے بھی ایک نئے اور منفرد لہجے کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ بہت سے قافیے بھی نئے ردیفیں بھی منفر د نظر آتی ہیں۔'' توطے ہوا نا''جو کہ ان کے مجموعہ کلام کا عنوان ہے خود ان کے منفرد لسانی لہجہ کی شہادت دیتا ہے۔ وہ لفظوں کو نئ تراکیب کے ساتھ آراستہ کر کے اپنے لہجے کو اس طرح منفرد بناتے ہیں کہ انکی غزل میں تازگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ انکی وضع کردہ چند منفرد تراکیب پیش کی جاتی ہیں۔زنبیل ذہن، حرفِ معتبر، تمازتِ شب، نخیل وقت، داغِ ندامت، موجہ احساس، زلف معنبر، آبروئے عظمت آدم، دشتِ بدن، شورش زندگی ، شام الم، صبح وصال، وحشی ہوا، اوجِ کمال، رفعتِ قامتِ جنوں، دشتِ طلب، عرض ہنر، فریبِ زیست، ریگِ رواں، عکس بدن، بدن کی جھیل، فصیل جسم، جرم تمنا، آواز چنگ، حبس حرف و صوت، شہرِ دلبراں، کلک ہوائے موج، زنجیر عدل، ربِ حشر، میزانِ وقت، صنم کدہ نام و ننگ، عذرِ لنگ، شام غم، صبرِ شب، سفیر صبح، کشکول سنگ، آبِ نیل، صورِ اسرافیل، مزرعہ جاں، ضبطِ حیرت، عجزِفن، وادی شوق، طلسم ہوش ربا، خیمہ زیاں، کتاب زیست، نگاہ حیراں، سجدہ بت، حریم حسن، کتاب عشق، سیل آب، جبین عنبریں، درِنایاب، سرمژگاں، خوں ناب، نصاب عشق بصیرت،یاس کا دریا، جہان فکر ، چشم بصیرت، آثارِ جنوں، طلسم حیرت، رزاقِ غم، حصارِ وقت، پندرا ہنر، عزمِ سفر، قحط سماعت، لمحہ موجود، وصالِشب، کیفِ شباب، صداقتوں کا نصاب، مصلحت کی سبیل، عبرتوں کی کتاب، شہید عشق وفا، شکستِ دل، شاخِ گلاب، دیارِ عشق، محبتوں کی لغت،شعور شباب اور چراغِ موسم زرد۔اس طرح کی تراکیب و الفاظ سے طاہر تونسوی کی غزل کے منفرد لہجے کی گونج آسانی سے محسوس کی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک ماہر تعلیم بھی ہیں۔ وہ تمام عمر تعلیم و تدریس سے وابستہ رہے۔ انکی غزل میں بھی تعلیمی اصطلاحات و الفاظ اُن کی انفرادیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاًزاویے لکھنا، کتاب زیست، کتاب عشق، نصاب عشق، صداقتوں کا نصاب، عبرتوں کی کتاب ، محبتوں کی لغت، حرفِ سوال، کتابِ عشق کا عنواں، قلم میرے نے لکھا، محبت کا نیا اک باب، نصاب عشق کے ابواب، خوش رنگ خطو ط وغیرہ۔

وزیری پانی پتی، طاہر تونسوی کی غزل کے منفرد لہجے کو مختلف اشعار کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں:
انہوں نے 'آہٹ' اور 'گونج' کو بیک وقت یکجا کرنے کے بعد اپنے ایک شعر میں' سایوں' اور' آہٹوں' کو بھی پکارا ہے۔

کچھ صبرِ شب کے گونجتے سایوں کی آہٹو!
دیں گے سفیرِ صبح تمہیں مات جنگ میں

طاہر اپنی لفظیات، اپنے کنایوں، اپنی رمزوں ہی کو اپنے شعروں میں برتتے ہیں اور شعوری طور پر اپنی انفرادیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ شعر اس انداز کا نمونہ ہے۔

رانجھے کا روپ دھار کر طاہر ہے تیرے پاس!
اے ہیر دکھ ہی ڈال دے کشکول سنگ میں

کشکول بھی انہوں نے روائتی کشکول سے الگ ہو کر'' پتھر کا کشکول ''بنایا ہے۔ اب دیکھئے کہ وہ آگے چل کرنئے جسم اور نئ تشبیہہ بھی تخلیق کرتے ہیں

دہشتیں میرے بدن میں یوں سرایت کر گئیں
جس طرح بندوق کے چھرے سمائیں چیل میں

صرف نئے جسم اور نئ تشبیہ ہی نہیں بلکہ اردو میں نئے قافیے بھی وضع کرتے رہے ہیں جیسا کہ پچھلے حصہ میں لکھا گیا ہے۔ اس شعر میں بھی انہوں نے جھیل، نیل، زنبیل، اسرافیل، قندیل، تحویل، تشکیل کے قوافی کے ساتھ ایک قافیہ) چیل (Kitاستعمال کر کے جدید اسلوب شعر گوئی کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ان کی بلیغ گوئی اور لفظیات کی تشریح شارحِ فردا ہی کر سکے گا۔''(۳۰)

ڈاکٹر اسلم انصاری، طاہر تونسوی کے لہجے کی انفرادیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

''طاہر تونسوی کے کلام میں احساس اور تجربے کی انفرادیت بھی ہے اور زبان و بیاں کی انفرادی خصوصیات بھی۔۔۔۔ جو ان کی شاعری کو قابلِ شناخت بناتی ہیں۔ غزل کی عمومی دنیا میں کسی بھی شاعر کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس کی آواز کو

الگ سے پہچانا جائے۔ طاہر تونسوی کی شاعری کا رنگ و آہنگ انہیں اپنے معاصرین
سے ممتاز کرتا ہے، ان کا حرف واقعی معتبر ہے بقول غالب:

''واں تو میرے نالے کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے۔''(۳۱)

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے غزل اور نظم دونوں شعری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے ۔ اس سلسلہ میں وہ زود نویس نہیں ۔ ان کی نظم میں عشقِ رسول ؐ ایک اہم حوالہ ہے ۔ انہوں نے اپنے حمدیہ اور نعتیہ کلام میں حضرت محمد ؐ سے بے پناہ محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے ۔ انہوں نے اسلامی تاریخ و تہذیب کے سمندر کو بھی کوزے میں بند کر دیا ہے ۔ اپنے نظمیہ کلام میں انہوں نے اہلِ بیت رسول ؐ خصوصاً حضرت علی ؑ اور حضرت امام حسین ؑ کو بھر پور خراج عقیدت پیش کیا ہے اور بلند نصب العین کے حصول کے لئے عزم صمیم اور حق و صداقت کے لئے قربان ہو جانے کا درس دیا ہے ۔ اس حوالے سے اُن کی اہم نظمیں'' ولایت کا اسم اول ''، ''اسے کہنا محرم آگیاہے ''اور'' سلام ''ہیں۔ نظم'' روحِ آدم کا مسیحا ''میں علامہ محمد اقبال ؒ اور'' ندیم صاحب کے لئے ایک نظم ''میں احمد ندیم قاسمی کو خراج تحسین پیش کر کے اُن کے ادبی مقام و مرتبہ اور شخصیت کی آزاد نظم کی صورت میں عکاسی کی ہے ۔'' اے وطن اے میری جان شیریں وطن ''میں اپنے وطن، ہم وطنوں اور پنجاب کے دیہی ماحول اور ثقافت سے والہانہ محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے ۔'' ایک نظم اس کے لئے '' میں حسنِ محبوب کی سراپا نگاری اورمحبوب سے جدائی کے غم کی شدت کا رومانوی فضا میں بیا ن ہے ۔ اُن کی نظم میں روایت کی گونج بھی ہے اور فکر و اسلوب کی جدت بھی۔ اُن کی نظم میں اسلامی رنگ بھی ہے ۔ پاکستانیت کا فروغ بھی ہے اور اعلیٰ انسانی اقدار کی ترجمانی بھی ۔ اُن کی نظم میں رومانویت کا بھر پور تاثر بھی موجود ہے ۔ڈاکٹر طاہر تونسوی کی شاعری کا مضبوط تر حصہ اُن کی غزلیں ہیں۔ اُن کی غزل روایت اور جدت کا حسین امتزاج ہے۔ حسن و عشق کی تمام کیفیات اُن کی غزل کی تاثیر میں اضافے کا سبب ہیں۔ اُن کی غزل میں غم و الم کی بہتات ہے لیکن یہ غم انہیں نا امید نہیں کرتا بلکہ مشکل ترین حالات میں جینے کا ہنر سکھاتا ہے ۔ در اصل اُن کا غم ذاتی بھی ہے اور ان کے دور کے مجبور اور بے بس انسان کا المیہ بھی ہے ۔ اُن کی غزل میں جمالیاتی آسودگی، رجائیت اور نشاطیہ رجحان بھی موجود ہے ۔ اُن کی غزل یہ پیغام سناتی ہے کہ چمنستانِ دہر میں رنگ و نور کا جشن اور اس میں کلیوں کے چٹکنے کی صدائیں انسان کو دعوتِ نظارہ بھی دیتی ہیں اور شعور حیات بھی۔ اُن کی غزل میں عشق ایک ایسا جذبہ بن کر سامنے آتا ہے

جس میں انقلاب آفریں قوت موجزن ہے۔ ترقی پسند فکر اُن کی غزل کا ایک اہم حصہ ہے ۔ اس میں معاشرتی اصلاح اور مقصدیت بھی ہے اور معاشرتی استحصال، جبر اور نا انصافی کے خلاف احتجاج کا رویہ بھی ۔ اُن کی غزل اعلیٰ اقدار حیات کی ترویج کا ذریعہ ہے۔ یہ ہر قسم کے خوف، لالچ اور تعصبات کی نفی کر کے حق گوئی بے باکی کا پرچار کرتی ہے ۔ کٹھن حالات میں صبر و استقامت، انسانیت سے محبت، بیداری انساں کا شعور، جہدِ مسلسل اور احترام آدمیت جیسے اہم موضوعات اُن کے غزل کا اثاثہ ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی غزل کا اسلوب بھی اسے بلند درجے پر فائز کرتا ہے ۔ اُن کے رنگ تغزل نے اُن کی غزل کو تازگی اور اور تاثیر عطاکی ہے۔ نغمگی، خیال انگیزی اور ایجاز و بلاغت نے اُن کی غزل میں لطف و اثر اور حسن و درد پیدا کر دیا ہے ۔ اُن کے اسلوب کی سادگی و سلاست نے ان کی غزل کو فطرت کے قریب کر دیا ہے۔ ایمائیت، تہداری اور ایجاز کی خوبی نے اُن کی غزل کے معیار کو بلند کیا ہے ۔ وہ زندگی کی ناہمواریوں پر برہمی کا اظہار کرتے ہیں مگر اس میں میٹھی نشتریت ہوتی ہے جو کسی کو ناگوار نہیں گزرتی۔ تکرارِ لفظی، تجسیم کاری ، تمثال آفرینی اور مقامی زبانوں کے اشتراک سے انہوں نے اپنی غزل کے حسن میں اضافہ کیا ہے ۔ اُن کے ہاں بہت سے قافیے بھی نئے ہیں اور ردیفیں بھی نئی ہیں۔ اُن کی شاعری کے بہت سے مضامین بھی انوکھے اور اچھوتے ہیں اور پیرائیہ اظہار بھی ان کا اپنا ہے۔ انہوں نے بہت سی تراکیب خود بنائی ہیں۔ اُن کی فکری ارفعیت اور اسلوب کی انفرادیت نے اُن کی شاعری کو بلند مرتبے پر فائز کر دیا ہے ۔

حوالہ جات

۱۔ آتش، خواجہ حیدر علی ، بحوالہ ڈاکٹر سلیم اختر ، تنقیدی اصطلاحات ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ، ۲۰۱۱ء ، ص۳۳

۲۔ غالب ، مرزا اسداللہ خان، بحوالہ قاضی ذوالفقار احمد ، شرح دیوانِ غالب ، مقبول اکیڈمی لاہور،س ن، ص ۴۱۳

۳۔ شوکت واسطی ، پروفیسر، طے شدہ حقیقت۔ توطے ہوانا، مشمولہ، ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ ، مرتبہ شہزاد بیگ، ص ۳۴۰

۴۔ ایضاً ،ص۳۴۲

۵۔ احمد ندیم قاسمی ، توطے ہوانا پر ایک نظر ، مشمولہ ، ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ ، ص ۳۳۴

۶۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، تو۔۔ طے ہوا نا ،پاکستان،بزم علم وفن،۲۰۰۱ء، ص ۶۷، ۷۱، ۷۲، ۹۲

۷۔ ایضاً ،ص ۶۶، ۶۸، ۶۹، ۹۳، ۹۴

۸۔ ایضاً ،ص ۶۳، ۸۷، ۹۲

۹۔ ایضاً ،ص ۶۹، ۸۲، ۸۳

۱۰۔ ایضاً ،ص ۵۷، ۶۹، ۸۴، ۸۵

۱۱۔ ذوالفقار احمد ، قاضی ، شرح دیوانِ غالب، مقبول اکیڈمی لاہور، س ن ، ص ۴۲۵

۱۲۔ ایضاً ، ص ۳۸۳،۳۸۲

۱۳۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، تو۔۔۔ طے ہوانا،ص ۷۱، ۸۶

۱۴۔ ذوالفقار احمد ، قاضی ، شرح دیوانِ غالب ، ص ۳۷۷، ۴۱۶

۱۵۔ ایضاً ،ص ۸۰

۱۶۔ ایضاً ،ص ۴۷، ۷۶، ۸۰، ۸۶

۱۷۔ ایضاً ،ص ۴۸

۱۸۔ ایضاً ،ص ۴۵

۱۹۔ ایضاً ،ص ۳۷، ۷۸، ۸۰، ۸۵، ۹۱، ۹۲

۲۰۔ ایضاً ،ص ۶۷، ۷۴، ۷۷، ۸۹

۲۱۔ ایضاً ،ص ۶۴، ۶۵، ۷۰، ۷۱، ۷۵

۲۲۔ اسلم انصاری، ڈاکٹر، اعتبار نغمہ(توطے ہوانا۔۔ایک مطالعہ) ،مشمولہ، ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ ، ص ۳۴۸

۲۳۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، تو۔۔۔۔۔ طے ہوانا، ص ۶۷، ۸۴، ۹۲

۲۴۔ ایضاً ،ص ۶۸، ۹۰، ۹۲

۲۵۔ ایضاً ،ص ۴۷، ۹۱

۲۶۔ ایضاً ،ص ۹۲

۲۷۔ شوکت واسطی ، پروفیسر، طے شدہ حقیقت ۔ توطے ہوانا،مشمولہ، ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ ، ص۳۴۱

۲۸۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، تو۔۔۔۔۔طے ہوانا، ص ۶۳، ۷۷

۲۹۔ ایضاً ،ص ۴۷، ۷۶، ۷۹، ۸۲، ۸۴

۳۰۔ وزیر ی، پانی پتی، توطے ہوانا پر ایک نظر ، مشمولہ، ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ، ص ۳۶۶

۳۱۔ اسلم انصاری، ڈاکٹر ، اعتبار نغمہ توطے ہوانا۔۔۔ ایک مطالعہ ، مشمولہ، ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ، ص ۳۵۰